OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

تفسیر قرآن کا سائنسی رجحان موافق و مخالف نظریات کا تقابلی جائزہ

Scientific Trends in Qur'anic Exegesis: A Comparative Study of Supporting and Opposing Perspectives

Basharat Hussain

Headmaster of Govt.Awami Model School Sunnat Nagar Lahore

Abstract

The relationship between the Qurʾān and modern science has remained a sensitive and intellectually contested subject within the field of Qur'anic exegesis. With the rapid advancement of scientific knowledge in the modern era, a distinct interpretive trend emerged that seeks to harmonize certain Qur'anic verses with contemporary scientific theories and discoveries. This approach, commonly referred to as scientific exegesis of the Qurʾān, has attracted both strong support and serious criticism among Muslim scholars.

This study presents a critical and comparative analysis of the scientific trend in Qur'anic interpretation by examining the arguments of both its proponents and opponents. Through a detailed review of classical and modern exegetical works, the research evaluates the methodological foundations, objectives, and limitations of scientific interpretation. Particular attention is given to prominent scholars who advocated scientific harmony, as well as those who cautioned against imposing mutable scientific theories upon immutable divine revelation. The study argues that while the Qurʾān encourages reflection upon the natural world, its primary purpose remains moral guidance and spiritual reform rather than scientific instruction. The paper concludes that a balanced and disciplined approach is essential to avoid exaggeration, forced interpretation, and intellectual inconsistency in relating the Qurʾān to modern science.

Keywords: Scientific Exegesis of the Qurʾān, Qurʾān and Science, Tafsīr Studies, Modern Interpretive Trends, Islamic Thought, Scientific Miracles of the Qurʾān, Limits of Interpretation, Religion and Science

تمہید

قرآنِ کریم اللہ کی آخری کتاب ہے جس کا بنیادی مقصد انسان کی ہدایت، تربیت اور تزکیہ ہے۔ مگر چونکہ قرآن پوری انسانیت کے لیے نازل ہوا، اس لیے اس میں کائنات کے مظاہر اور فطری حقائق کا ذکر بھی موجود ہے۔ جدید دور میں جب سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی تو ایک نیا تفسیری رویہ سامنے آیا جسے سائنسی تفسیر کہا جاتا ہے۔ یہ رجحان اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ قرآن کی بعض آیات کو موجودہ سائنسی معلومات، قوانین یا دریافتوں سے ہم آہنگ دکھایا جائے۔ اس رجحان کے حق میں بھی دلائل موجود ہیں اور اس کے خلاف علمی اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔

اس مضمون میں قرآن مجید اور سائنس کے درمیان ممکنہ ربط کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن محض مذہبی ہدایت کی کتاب ہی نہیں، بلکہ اس میں کائنات کے بارے میں ایسے حیرت انگیز سائنسی اشارے موجود ہیں جو جدید سائنسی دریافتوں سے متصادم نہیں بلکہ ان کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر کائنات کی ابتدا سے لے کر انسانی جنین کی تکوین تک کے مراحل، قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ قرآن کوئی فلسفہ، سائنس، شاعری یا محض قانون کی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک "کتاب ہدایت" ہے جس کا مقصد انسانی کردار، فکر اور سماج کی اصلاح ہے۔ اس لیے ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم قرآن کی آیات کی تشریح میں اعتدال کے ساتھ اُن اصولوں سے کام لیں جو مفسرین نے پیارے نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سیکھ کر وضع کیے۔ اور اسی بنیاد پر قرآن کریم کو قدیم سائنسی تشریحات و جدید سائنسی نظریات کے ساتھ زبردستی تطبیق کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ سائنس اور اسلام کے درمیان تصادم کا نظریہ درست نہیں، بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ مضمون اُن لوگوں کے لیے خاص طور پر مفید ہوگا جو مذہب اور سائنس کے باہمی تعلق کو سمجھنا چاہتے ہیں اور قرآن کے سائنسی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

سائنس: لفظ سائنس لاطینی زبان کے لفظ "scire" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سیکھنا، جاننا۔ اس لفظ سے ایک اور لفظ "scientia" وضع کیا گیا جو آموزِش، تعلّم اور تعلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بعد ازاں قدیم فرانسیسی زبان سے ہوتا ہوا انگریزی زبان میں یہی لفظ "science" کہلایا جو کہ اس علم کے لیے استعمال ہونے لگا جو بالخصوص تجربہ یا مشاہدہ کی بنیاد پر حاصل ہو۔ عربی زبان میں سائنس کے لیے مطلقاً "العلم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔{FR 110}

سائنس کی چند اصطلاحی تعریفیں ذیل میں دی گئی ہیں:

systematic knowledge of the physical or material world gained through observation and experimentation.{ FR 84 }

(دنیا میں موجود مادی اشیاء کا مربوط علم جو مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے حاصل ہو۔)

آکسفورڈ ڈکشنری میں سائنس کی اصطلاحی تعریف یہ درج ہے:

Knowledge about the structure and behaviour of the natural and physical world,based on facts that you can prove, for example by experiments.{ FR 79 }

(قدرتی اور مادی دنیا کی ساخت اور رویوں سے متعلق علم جو ان حقائق پر مبنی ہو جنہیں ثابت کیا جا سکتا ہو، یعنی تجربات کے ذریعے۔)

جدید مغربی اسکالر لیٹ کی نظر میں:

science is an objective, logical and systematic technique for acquiring synthetic propositional knowledge.

(سائنس ایک معروضی، منطقی اور مربوط لائحہ عمل ہے جو نہ کہ قدرتی (بلکہ انسانی) منصوبہ بندی سے علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔){FR 111}

سائنس اور قرآن مجید ایک نازک موضوع ہے، اس کے متعلق اہل مفسرین میں دو قسم کی آراء پائی جاتی ہیں، مؤیّدین یعنی وہ مفسرین جو اس بات کی تائید میں دلائل دیتے ہیں کہ قرآن میں موجود آیاتِ کائنات کو جدید سائنسی حقائق کی روشنی میں حدود و قیود کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ بعض محققین کی رائے کے مطابق پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں اس موضوع (تفسیر قرآن اور جدید علوم پر) مستقلاً علماء نے غور وخوض شروع کیا۔

مؤیدین میں امام فخر الدین رازیؒ(متوفی ۶۰۶ھ)، امام بدر الدین زرکشیؒ(متوفی ۷۹۴ھ)، امام جلال الدین سیوطی(متوفی ۹۱۱ھ)، شاہ ولی اللہ دہلویؒ(متوفی ۱۱۷۶ھ)، کرامت علی جونپوری(متوفی ۱۸۷۳ء)، سر سید احمد خاں(متوفی ۱۸۹۸ء)، مفتی محمد عبدہ(متوفی ۱۹۰۵ء)، عنایت اللہ خاں مشرقی(متوفی ۱۹۶۳ء) اور غلام احمد پرویز(متوفی ۱۹۸۵ء) کے نام سر فہرست ہیں۔

معارضین: کچھ اہل علم اس کے برعکس دلائل دیتے ہیں، چنانچہ امام شاطبی متوفی 790ھ اور امام ابو حیان اندلسی متوفی 745ھ [2] کا نام مخالفین میں سر فہرست ہے۔ جمہور مفسرین کرام اور امام طبری، قرطبی، ابن کثیر و دیگر کبار مفسرین کی تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے عملی طور پر کم از کم کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

بعض مسلم اہل فکر ہر طرح کے سائنسی نظریات کی قرآن سے مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ رویہ ظاہر ہے کہ غیر علمی اور سائنسی اکتشافات سے بے جا مرعوبیت کی دلیل ہے۔ قرآن بنیادی طور پر سائنس کی کتاب ہے اور نہ سائنسی اصولوں کو بیان کرنا اس کا مقصود۔ یہ بنی نوح انسان کے لیے الہامی صحیفہ ہدایت ہے۔ تاہم بعض دیگر مسلم اصحاب قلم کا یہ خیال بھی انتہائی سطحی ہے کہ قران اور سائنس میں قطعا مغائرت ہے۔ سائنس اگر طبیعی کائنات کے غیر جانبدارانہ مشاہدہ اور اس سے متعلق بنیادی حقائق کا مطالعہ ہے، اگر اس کے معنی جاننے اور سیکھنے کے ہیں، اگر اس کا مطلب علم ہے، اگر یہ مشاہدے سے

دریافت ہونے والے نتائج یا علمی حقائق کو مرتب اور منظم کرنے کا نام ہے، اگر یہ تجرباتی علوم و حکمت یا فطری و طبیعی مظہر کا باقاعدہ علم یا ایسی سچائی ہے، جو مشاہدہ، تجربہ یا استقرائی منطق سے معلوم کی گئی ہو، یا طبیعی حقائق کو وہ علم ہے جو مشاہدے و تجربے سے حاصل ہو، اگر اس کے معنی غیر جانبداری سے حقیقت کے کسی پہلو کا باقاعدہ مطالعہ کرنا ہے تو قرآن اور سائنس میں مغائرت کا دعوی کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ قرآن خود جگہ جگہ علم، مشاہدہ، تدبر و تفکر اور حقائق کا شعور و ادراک حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔ بلاشبہ قرآن کا اصل اور بنیادی کام انسان کی ہدایت ہے۔ تاہم وہ جہاں انسان کو اللہ کی معرفت کا درس دیتا ہے، وہاں اللہ کی کبریائی، خلاقیت اور علم و قدرت وغیرہ کے اظہار کے لیے اور اپنے دعووں کی حقانیت کے ثبوت میں کائنات اور اس میں کار فرما قوانین طبیعی سے تعرض کرتے ہوئے ان کے کسی نہ کسی پہلو کو بطور دلیل پیش کرتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ کائنات اور اس کے مظاہر کے مشاہدہ اور مطالعہ پر زور دیتا ہے۔ یوں قرآن سائنس کی کتاب نہ ہوتے ہوئے بھی سائنسی مواد کو زیر بحث لاتا ہے۔ ذیل میں سائنسی تائید کے متعلق مسلم مفسرین کی آرا کو بیان کیا جاتا ہے۔

1. امام فخر الدین رازی (۶۰۶-۵۴۴ھ):

آیاتِ تکوینیہ میں فلکیات، طب، کیمیا، طبعیات اور منطق پر مبنی مباحث شامل کیے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ {FR 55}

امام رازی کے مطابق رتق کے معنی: ملا ہوا، جڑا ہوا، بند، جب کہ فتق کے معنی: جدا کرنا، کھول دینا، الگ کر دینا۔ امام رازیؒ نے تین بنیادی احتمالات ذکر کیے:

(i) آسمان سے بارش کا نہ برسنا اور زمین کا بے آب و گیاہ ہونا؛ آسمان "رتق" یعنی بند تھا بارش نہیں ہوتی تھی زمین بھی "رتق" تھی نباتات نہیں اگتے تھے پھر اللہ نے آسمان کو کھولا (بارش اتاری) اور زمین کو پھاڑا (پیداوار نکالی) یہ معنی صحابہ و تابعین سے بھی منقول ہے۔

(ii) آسمان و زمین کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہونا ابتدا میں آسمان اور زمین ایک ہی مادہ یا جسم کی صورت میں تھے، پھر اللہ نے ان دونوں کو الگ کیا۔ یہی رائے بعض قدیم مفسرین و متکلمین کی بھی تھی۔

(iii) تخلیقِ کائنات کا ابتدائی مرحلہ؛ خدا نے آسمان و زمین کو یکجا مادے سے بنایا، پھر اسے جدا جدا کر کے موجودہ صورت عطا کی۔ {FR 57} یہ وہ مقام ہے جہاں بعد کے مفسرین نے اسے Big Bang کے اشارے کے طور پر دیکھا۔ امام رازی براہِ راست سائنسی نظریہ نہیں دیتے، لیکن کائناتی جدائی کا تصور بیان کرتے ہیں۔

کرامت علی جونپوری:

برصغیر میں قرآن حکیم کی سائنسی تشریح و تفسیر کے حوالے سے پہلا نام کرامت علی جونپوری کا ہے جو شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے مغربی علوم اور سائنس کو

اسلامی علوم قرار دیا۔ ان کی کتاب ماخذ العلوم 1865 میں لکھی گئی جس میں یہ مفروضہ پروان چڑھایا گیا کہ خلائق مطلق جملہ علوم کا سرچشمہ ہے جس نے اپنے نبیوں بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اہل بیت یعنی اماموں کے ذریعے اپنی مخلوقات پر منکشف کیے ہیں۔ موجودہ سائنسی انکشافات نتیجہ ہیں قران اور حدیث کے ان ہی قطعی محضرات کا جن سے وہ اصول مطابقت رکھتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ پورا قران طبیعاتی اور ریاضیاتی علوم کے متعلق معلومات سے پر ہے اور جدید یورپ کے فلسفہ اور قران کے مابین حیرت انگیز مماثلت ہے۔{FR 85}

سر سید احمد خان:

بر صغیر میں دوسرا نمایاں نام، بلکہ حقیقی طور پر جس شخصیت کو قران کی سائنسی تفسیر کے مکتبہ فکر کا بانی و مناد سمجھا گیا ہے وہ سر سید احمد خان ہیں، سر سید احمد خان نے اپنی تفسیر (تفسیر القران) میں قانون فطرت

(Law of Nature) کے سائنسی نظریے کو اصل الاصول قرار دے کر ملائکہ، جنات اور معجزات انبیاء کی ایسی تعبیر پیش کی ہے جو عملاً انکار کے سوا کچھ اور نہیں۔ مثال کے طور پر حضرت موسی علیہ السلام کے لاٹھی کی ضرب سے پانی کے دو حصوں میں بٹنے اور خشکی کا راستہ نکلنے کے معجزے کو اپنی تفسیر میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

تمام مفسرین حضرت موسی علیہ السلام کے عبور اور فرعون کے غرق ہونے کو بطور ایک ایسا معجزہ قرار دیتے ہیں جو خلاف قانون قدرت واقع ہوا جس کو انگریزی میں سپر نیچرل (Super Natural) کہتے ہیں اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت موسی نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے ادھر ادھر کھڑا ہو گیا اور پانی نے بیچ میں خشک رستہ چھوڑ دیا اور حضرت موسی علیہ السلام اور تمام بنی اسرائیل اس راستے سے پار اتر گئے۔ فرعون بھی اسی رستہ میں دوڑ پڑا اور پھر سمندر سے مل گیا اور سب ڈوب گئے، اگر در حقیقت یہ واقع خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا تو خدا تعالی سمندر کے پانی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اس پر سے چلے جاتے، خشک رستے نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ جو اس کو تعبیر کرو، مطابق قانون قدرت کے واقع ہوا۔ جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قران مجید کے لفظوں سے بھی نہیں نکلتا۔{FR 86}

اور جناب سر سید احمد خان مسلمانان بر صغیر کی ترقی کا راستہ بھی یہی سمجھتے تھے انہوں نے واضح طور پر کہا: ہمارے لیے سیدھا راستہ کھلا ہوا ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے یورپین لٹریچر اور یورپین سائنسز میں اعلی سے اعلی درجہ کی ترقی کریں۔{FR 87} اور جو شخص بھی اپنی قومی ہمدردی اور دور اندیش عقل سے سوچے گا وہ جان لے گا کہ یہ ہندوستان کی علمی اور اخلاقی ترقی مغربی علوم میں اعلی درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہے۔{FR 88}

جناب عنایت اللہ خان المشرقی:

سر سید احمد خان کے بعد سائنسی تفسیر کے میدان میں نمایاں نام جناب عنایت اللہ خان المشرقی کا ہے جن کی تفسیری کاوش کا نام تذکرہ ہے جس کے 10 جلدوں میں لکھے جانے کا دعوی ہے مگر تین جلدیں ہی مطبوع ہیں تفسیر کا غالب حصہ ڈارون کے نظریے ارتقاء، اصول فطرت، علم ارضیات و فلکیات کی نئی دریافتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ علامہ مشرق کی کتاب تکملہ اور حدیث قرآن قران کی سائنسی تفسیر کی ایک شکل ہے۔{FR 89}

غلام احمد پرویز:

سر سید احمد خان بر صغیر میں وہ پہلے مفسر تھے جنہوں نے مغربی فکر سے متاثر ہو کر تجد د پسندانہ تفسیری نقطہ نظر اختیار کیا۔ آگے چل کر اس خطہ میں ان کے زاویہ ء فکر کو جن اہل تفسیر نے اپنایا اور مذکورہ تناظر میں اسے مزید وسعت دی ان میں پاکستان کے معروف تجد د پسند مفسر غلام احمد پرویز کا نام نمایاں ہے۔

پرویز صاحب مغربی اہل قلم کے نتائج فکر سے خاصے متاثر اور اسلام کی ایسی تعبیر پیش کرنے کے خواہاں نظر آتے ہیں جو مغربی افکار و سائنسی خیالات سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہو۔ پرویز صاحب نے اپنی فکر کی ترویج کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کیں۔ ان کی معروف تصنیفات میں من ویزداں، ابلیس و آدم، معراج انسانیت، جہان فردا، معارف القران، مفہوم القران اور مطالب الفرقان وغیرہ شامل ہیں ان کی تقریبا تمام تصانیف میں مغربی فکر و سائنسی خیالات سے موافقت کی خواہش و کوشش واضح دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ہم بالخصوص ان کی تفسیر مطالب الفرقان جو سات جلدوں میں ہے اور جن کو وہ سورۃ الحجر تک لکھ پائے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا، کے تناظر میں مذکورہ حوالے سے اپنی معروضات پیش کریں گے:

تمام الہامی کتابوں کے مطابق آدم علیہ السلام وہ پہلے انسان اور پیغمبر ہیں جنھیں خدا نے اپنے دست قدرت سے الگ اور مستقل مخلوق کے طور پر تخلیق فرمایا اور اس کے بعد دنیا کے سارے انسان انھی سے پیدا ہوئے۔ لیکن مغرب میں نیچریت اور مادیت پر مبنی تصور ارتقا کے پیش نظر مذکورہ مذہبی تصور کو غلط ٹھہراتے ہوئے انسان کے ارتقائی ظہور کا نظریہ پیش کر دیا گیا۔ انسانی ارتقا کا نظریہ زیادہ منظم اور مدلل انداز میں چارلس ڈارون کی کتاب اصل الانواع (Origin of Species) میں سامنے آیا۔ اس نظریے کی رو سے انسان لاکھوں برس پہلے کیڑے کی شکل میں رینگتی ہوئی زندگی سے انتخاب طبعی (Natural Selection) اور بقائے اصلح (Survival of the Fittest) کے اصولوں کے تحت مرحلہ وار ترقی کرتا ہوا موجودہ شکل میں نمودار ہوا ہے۔ ابتدائے حیات، تسلسل حیات، تدریج وارتقا اور کاروبار کائنات کے لیے کسی خدا کی ضرورت نہیں بلکہ یہ سب کچھ خود بخود میکانکی انداز میں ہوتا جاتا ہے۔ سائنسی دلائل کی لحاظ سے انتہائی کمزور ہونے کے باوجود نظریہ ارتقا کو اس کی مذہب بیزاری کی بنا پر قبولیت عامہ حاصل ہوگئی اور اہل مغرب کے ہاں بالعموم ایک صحیح نظریہ مان لیا گیا۔

مغربی اہل قلم سے تاثر کے نتیجے میں غلام احمد پرویز نے انسانی ارتقا کے ڈارو ینی نظریے کو قبول کرتے ہوئے حضرت آدم اور ان کی تخلیق سے متعلق آیات کی تشریح اسی زاویے سے کی ہے۔ ان کے نزدیک تخلیق انسانی سے متعلق قرآنی اشارات ہماری فکر کا رخ نظریہ ارتقا کی طرف ہی موڑتے ہیں۔ انہوں نے متعدد مقامات پر نظریہ ارتقا کے ثبوت میں قرآنی آیات سے استدلال کی کوشش کی ہے۔ ایک جگہ ڈارون کے تصور ارتقا کو تائیدا نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

حیات کے جرثومہ اولین (Protoplasm) کی ابتدا سمندر میں ہوئی تھی کیونکہ اس میں اسی نوعیت اور تناسب کے نمکیات (Salts) پائے جاتے ہیں جیسے سمندر کے پانی میں۔ سمندر کا پانی جب اپنے کنارے کی مٹی سے ملا تو اس سے وہ پہلا (Cell) یعنی خلیہ وجود میں آگیا جس میں زندگی اپنی ابتدائی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس خلیہ میں ہنوز نر و مادہ کی تمیز نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اسے سائنس کی اصطلاح میں (Unicellular Organism) کہتے ہیں۔ قرآن اسے نفس واحدہ کہہ کر پکارتا ہے۔ اس کے بعد سلسلہ ارتقاء شروع ہوا۔ نفس واحدہ جوش نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا، جن میں سے ایک حصے نے نر کی شکل

اختیار کر لی اور دوسرے نے مادہ کی اور یوں زندگی کے پیکروں کا سلسلہ آگے بڑھنے لگا۔ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مختلف شاخوں میں پھیل گیا۔ ان میں سے ایک شاخ نوع حیوانات کی ہے۔ اسی سلسلہ ارتقا نے ایک قدم آگے بڑھایا تو زندگی نے انسانی پیکر اختیار کر لیا۔{FR 90}

قران کی سائنسی تشریحات و تعبیرات کرنے والوں میں عنایت اللہ بزمی، حافظ عنایت اثری، علامہ رشید رضا، علامہ طنطاوی جوہری، ڈاکٹر حمید اللہ فراہی، جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق، جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین، جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک اور جناب وحید الدین خان شامل ہیں۔ قریبی دور میں قرآن کی سائنسی تفسیر کا سب سے تفصیلی اور نمایاں کام جناب سلطان بشیر محمود سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کا ہے جن کی سائنسی تفسیر "کتاب زندگی" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔{FR 92}

ذیل میں چند سائنسی افکار کے متعلق مسلم مفسرین کی آرا کو بیان کیا جاتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی:

فصل سوم تنبیہات میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں آیتوں کو کس قدر توڑا مروڑا ہے کہ خدا کی پناہ، سیدھا مطلب آیات کو جو قرآن دیکھنے سے بلا تکلف ظاہر ہے، یہ ہے کہ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج میں دعوی توحید کا کیا گیا ہے، آگے آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ میں اس دعوی پر دلیل قائم کی گئی ہے۔ اس کے بعد وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ میں شرک و اہل شرک کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ اس کے بعد يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ الی قولہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ میں بعض رسوم شرکیہ کا رد ہے۔ غرض تمام آیات کا حاصل تصحیح عقائد ہے مگر مترجم صاحب نے ایک عجیب ارتباط کا اختراع کیا ہے۔ اصل مقصود كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ کو بنایا اور وہ بھی بحیثیت ابطال رسوم شرک نہیں بلکہ مقصود بلذات ہونے کے طور پر اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کو اس کا مقدمہ بنایا اور آیت کو کا پورا عامل انگریزوں کو قرار دیا گیا تو گویا قران مجید کسب دنیا اس درجے کا حکم دے رہا ہے جس کو انگریز حاصل کر رہے ہیں۔{FR 109}

قرآن حکیم کے نزول کی غرض و غایت انسانوں کو ماہر معاشیات بنا کر دنیاوی مال و منال کے کسر و جمع کی مہارتیں سکھانا نہیں۔ قران حکیم کے نزول کا مقصد انسان کو اس مادی کائنات میں ایسا استغراق بخشنا نہیں کہ اس کی علمی و فکری صلاحیتوں کا مرکز حیوانات نباتات اور جمادات کی تحقیق قرار پائے بلکہ نزول قرآن سے مقصود اصلی نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمی:

قرآن جب تک نہیں اترا تھا جب بھی تو ہر قوم اپنے مناسب حال و مزاج اور ضروریات وقت کے لحاظ

سے ان ساری صنعتوں میں ترقی کر رہی تھی۔ عاد و ثمود کی حیرت ناک مدنیت کے کارنامے، ان کے بعد کلدانیوں، قوم ابراہیم کی طلسماتی ترقیات، ان کے بعد رومیوں اور ایرانیوں کے اعلی ترین تمدنی عجائبات نیز اور دوسری اقوام کی محیر العقول مادی صناعیاں، قرآن ہی کے بیان کے مطابق اس کے نازل ہونے سے کہیں پہلے سے موجود تھیں۔ ان کا وجود قطعا قرآن کے نزول پر موقوف نہ تھا۔ نہیں بلکہ سرے سے نبوت پر بھی معلق نہ تھا۔ بلکہ ایسی ترقیات زیادہ تر کی ہے ان اقوام نے ہیں جو نبوتوں سے بیزار اور

آسمانی کتابوں کا مذاق اڑانے والی تھیں۔ پس یہ تمدنی صنعت گری کون سی ایسی چیز تھی کہ اگر قران نہ اترتا تو وہ رونمانہ ہوتی ؟ کیا برق صاحب اس کا کوئی ثبوت پیش کرسکتے ہیں کہ یورپ کے ترقی یافتہ باشندوں نے یہ مادی ترقی قران پڑھ پڑھ کر کی ہے اور کیا انگلستان، امریکہ، جرمنی اور جاپان وغیرہ کے مشینی کارخانے سورہ بقرہ اور آل عمران سے مستنبط کیے گئے ہیں تا آنکہ آج کے مسلمان بھی قرآن پڑھ پڑھ کر ٹیکنیکل کارخانوں کا سنگ بنیاد رکھیں اور ان میں بڑھ چڑھیں اور آج ملحد ان یورپ قرآن ہی کو نہیں بلکہ سرے سے نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی اپنے خیال میں کسی حد تک کسی نبی یا کتاب کو مانتا بھی ہے تو صرف ادب وانشاء یا نظر وفکر کی حد تک۔ معاملہ کی حد تک ایسے کلیتہ ٹھکرائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی کون سی صنعت وحرفت یا مادی ترقی اس بے عملی سے رکی ہوتی ہے کہ ان کی ترقیات کو قرآنی عمل پکارا جائے۔{FR 108}

مولانا عبد المالک کاندھلوی لکھتے ہیں:

قرآن نہ ہوائی، جہاز اور راکٹوں کی صنعت سکھانے کے لیے نازل ہوا ہے، اور نہ اس کی تعلیم مقصدِ رسالت ہے، بلکہ مقصد وحی اور غرض رسالت تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفوس ہے۔

سائنسی نظریے کو مدلول قرآن ثابت کرنے کی تردید کرتے ہوئے مولانا عبد المالک کاندھلوی مزید لکھتے

ہیں:

اگر اور کوئی نقصان سمجھ میں نہیں آتا تو سب سے بڑھ کر یہ نقصان تو سرسری نظر سے ہی معلوم ہو جائے گا اور یہ قباحت لازم آئے گی کہ اس معیار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگیاں ہی قرآنی مضامین سے بالکل بے تعلق نظر آئیں گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی مجلس میں ان صنعتی ترقیات کو بیان فرمایا اور نہ ہی صحابہ نے ان کو کبھی ذکر کیا۔ نہ سیدنا ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ سے یہ مضامین نقل کیے گئے۔ تو سوچیے کہ اگر ان مضامین کا نام 'علوم القرآن قرار دیا جائے تو کیا یہ لازم نہیں آئے گا کہ علوم القرآن سے سب سے زیادہ ناواقف یہی حضرات تھے۔

مزید لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہوا کہ خداوند عالم نے بلاوجہ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور صحابہ کو اس کا اولین مخاطب بنایا۔ اچھا ہوتا لندن کی کسی یونیورسٹی کے فلاسفر پر اترتا۔ العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللہ بظاہر ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان یہ سوچنے کی بھی جراءت کرسکے۔{FR 107}

مولانا عزیر اللہ اعظمی:

سائنس اور قرآن کا تقابلی مطالعہ ایک نہایت نازک اور اہم موضوع ہے۔ ذیل میں سائنسی تفسیر کی مشروط بیان کی جاتی ہیں:

(1) سب سے اہم شرط یہ ہے کہ سائنس یا سائنسی تفسیر کو قرآن مجید کا ہدف ومقصد قرار نہ دیا جائے اور یہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ قرآن مجید بنیادی طور پر نہ سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی سائنس براہ راست اس کا موضوع ہے۔

(2) قرآن مجید خالقِ کائنات کا کلام ہے، اس کی تعلیمات و بیانات اپنی جگہ اٹل اور ناقابل تغیر و تبدل ہیں۔ اس کے برعکس سائنس جو مطالعہ قدرت سے عبارت ہے، جو نظریہ پیش کرتی ہے اس میں استقلال و جماؤ نہیں ہوتا، تجربات سے نظریے میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ تجربہ کرنے سے سائنس دان اپنا ایک

نظریہ پیش کرتا ہے، دوسرا سائنسدان آتا ہے اور اپنے جدید تجربات سے اس نظریہ کی تردید کر دیتا ہے۔ سائنسی نظریات غیر اٹل اور تغیر پذیر ہوتے ہیں، ایسی صورت میں قرآن اور سائنسی نظریے کے درمیان تطابق صحیح نہیں ہو گا اور نہ سائنسی نظریے سے قرآن کے کسی بیان کی تردید کر سکتے ہیں۔

(3) قرآن کریم کی حقانیت و صداقت کے لیے کسی بیان و تائید کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو اس ذاتِ باری تعالیٰ کا کلام ہے جو تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسے نہ کسی تصدیق کرنے والے کی تصدیق کی ضرورت ہے اور نہ کسی مؤید کی تائید کی حاجت، اگر کسی سائنسی مشاہدہ اور قرآنی بیان کے درمیان مطابقت پائی جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس سے قرآن کی تائید ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس کی طرف قرآن سے اشارہ ملتا ہے، یا قرآنی استنباط سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(4) قرآنی بیان اور سائنسی نظریے یا مشاہدے کے درمیان تطابق نہ پایا جائے تو قرآن کے بیان کی غلط یا دور دراز کی تاویل کرنے کی بجائے انسانی علم و عقل اور مشاہدے کو ناقص سمجھا جائے گا اور یقین کر

لیا جائے گا کہ ابھی قرآنی حقیقت تک پہنچنے کے لیے مزید علم و تحقیق کی ضرورت ہے اور موجودہ علم اسے سمجھنے میں ناکام ہوا ہے۔{FR 98}

مفتی تقی عثمانی:

تفسیر قرآن کے بارے میں چوتھی گمراہی یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن کریم کے موضوع کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے، اور اس میں وہ باتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس کے موضوع سے خارج ہیں، مثلا بعض حضرات اس جستجو میں رہتے ہیں کہ قرآن کریم سے کائنات کے تمام سائنسی اور طبعی حقائق مستنبط کیے جائیں، اور سائنس کے مسلمات کو قرآن سے ثابت کیا جائے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر قرآن سے سائنس کی یہ مسائل ثابت نہ ہو سکے تو معاذ اللہ یہ قرآن کریم کا نقص ہو گا چنانچہ وہ پورے خلوص کے ساتھ قرآنی آیات سے سائنسی مسلمات ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور بعض اوقات اس غرض

کے لیے قرآنی الفاظ کو غلط معنی پہنا دیتے ہیں، حالانکہ واقعی یہ ہے کہ قرآن کریم کا اثر موضوع سائنس نہیں ہے، اس میں اگر کہیں کائناتی حقائق کا ذکر آیا ہے تو ضمنی طور سے آیا ہے، لہذا اگر اس میں کہیں کوئی سائنٹیفک حقیقت واضح طور سے مل جائے تو اس پر تو بلاشبہ ایمان رکھنا چاہیے، لیکن سائنس کا کوئی مسئلہ پہلے سے ذہن میں رکھ کر قرآن کریم سے اسے زبردستی نکالنے کی کوشش ایسی ہے جیسے کوئی شخص طب کی کتاب میں قانون کے مسائل تلاش کرنے لگے، قران کریم نے اپنا موضوع اور مقصد نزول مبہم نہیں چھوڑا بلکہ بیسیوں آیات میں یہ واضح کر دیا کہ اسے کیوں نازل کیا گیا ہے۔{FR 99}

خلاصہ بحث

سائنس کی جو بات قران کریم میں مذکور ہے وہ ضمناً مذکور ہے اس کا اصل مقصد ان حقائق کے ذریعے اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا استحضار اور اس کے ذریعے ایمان میں پختگی پیدا کرنا ہے، لہذا اس بنیاد پر قرآن کریم کو سائنس کی کتاب سمجھنا یا باور کرنا بالکل غلط ہے۔ جس وقت سائنس کی دنیا میں یہ نظریہ مشہور ہوا کہ زمین اپنی جگہ ساکن ہے اور دوسرے سیارے اس کے گرد حرکت کرتے ہیں تو بعض لوگوں نے اس نظریے کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا گیا:

أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا{FR 105}

ان لوگوں کا کہنا تھا کہ "جائے قرار "کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ زمین اپنی جگہ ساکن ہے حالانکہ قرآن کریم کا مقصد تو یہ بیان کرنا تھا کہ یہ اللہ تعالی کا بڑا انعام ہے کہ تم زمین پر ڈانوا ڈول رہنے کے بجائے اطمینان کے ساتھ رہتے ہو، اور اس میں لیٹنے، بیٹھنے اور قرار حاصل کرنے کے لیے تمہیں کوئی تکلیف برداشت کرنی نہیں پڑتی، اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی اس انعام کا زمین کی حرکت و سکون سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ زمین متحرک ہو یا ساکن یہ نعمت ہر صورت میں انسان کو حاصل ہے اس لیے اس آیت سے زمین کو ساکن ثابت کرنا ایک خواہ مخواہ کی زبردستی ہے۔{FR 106}

حوالہ جات

۱۔ القرآن الحکیم۔

۲۔ ندلس میں مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، ڈاکٹر طفیل ہاشمی، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور۔

۳۔ التقصیر فی التفسیر، مولانا اشرف علی تھانوی، مکتبہ البشری کراچی

۴۔ ایک قران، قاری محمد طیب قاسمی، انشاء پریس لاہور

۵۔ تفسیر القران، سرسید احمد خان، انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ۔

۶۔ علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

۷۔ سائنس اور مطالعہ قرآن، مولانا عزیز اللہ اعظمی، شمارہ نمبر ۳، دارالعلوم دیوبند، دسمبر ۱۹۸۵ء۔

۸۔ مقالات سرسید، سرسید احمد خان، مرتب شیخ اسماعیل پانی پتی۔

۹۔ التحریر اصول التفسیر، مولانا محمد مالک کاندھلوی، قرآن محل، مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

۱۰۔ مباحث علوم القرآن، ڈاکٹر عثمان احمد، عکس پبلیشرز، لاہور

۱۱۔ مطالب الفرقان، غلام احمد پرویز، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور۔

.http://www.oxforddlearnersdictionaries.com/definition/english/science..12

http://dictionary.reference.com/browse/science.13